امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اسلام کے ارکان خمسہ ایمان، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج تو معروف ہیں، جن میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔ اور ان میں سے کسی کا انکار تو نہ کرنا بلکہ اس کا معترف ہونا مگر شیطان کے بہکاوے میں آ کر ان کی ادائیگی میں سستی و تساہل برتنا فسق اور گناہ کبیرہ ہے۔

اور ان پانچ ارکان کے علاوہ بھی کچھ امور ایسے ہیں جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے مسلمانوں پر فرض قرار دیئے ہیں۔ ان میں بعض تو فرض عین ہیں۔ اور بعض فرض کفایہ (۱)۔

انہی آخر الذکر فرائض میں سے اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا بھی ہے جو کہ دینِ اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اور اسے ہی قرآن کریم اور حدیث شریف میں فریضہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کہا گیا ہے۔ اور یہ فریضہ زبانی عبادات میں سے بھی ہے۔

فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن و سنت میں کتنے ہی ارشاداتِ الٰہی اور فرموداتِ نبوی ﷺ ایسے ہیں جن میں ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا نیک کاموں کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرنے اور ناجائز امور سے انہیں روکنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیئے! پہلے قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ اللہ تعالی نے اس سلسلہ میں ہم سے کیا مطالبہ فرمایا ہے اور جو لوگ اس مطالبے کو پورا نہ کریں، ان کا انجام کیا بتایا ہے؟

چنانچہ سورۂ آل عمران آیت ۱۰۴ میں ارشاد الٰہی ہے:

---

(۱) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے، جس کی دلیل مذکورہ آیت کا لفظ ''منکم'' ہے۔ اور مفسرین کرام نے اس من کو تبعیض کے لئے کہا ہے، جو کل افراد میں سے بعض کو خاص کر دیتا ہے۔ کہ اگر کچھ مسلمان اس فریضہ کو سر انجام دے رہے ہوں، تو باقی مسلمانوں کے سر سے گناہ کا بوجھ اتر جاتا ہے۔ ورنہ تمام افراد امت برابر گنہگار ہوں گے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ابن کثیرؒ (اردو) ۱/۴۶۳، معارف الفرقان ۲/۱۳۵ تا ۱۴۵۔

﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾

’’تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ اور جو لوگ یہ کام کریں وہی فلاح پائیں گے۔‘‘ اور اللہ پر ایمان رکھنے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے و منع کرنے کو بہترین امت کے اوصاف قرار دیتے ہوئے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۱۰ میں فرمایا:

﴿كنتم خير أمةٍ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر و تؤمنون بالله﴾

’’(مسلمانو!) اب دنیا میں بہترین امت تم ہی ہو جسے انسانوں کی ہدایت و فلاح کیلئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور سورۂ توبہ آیت ۷۱ میں جنت کے مستحق اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿والمؤمنون والمومنٰت بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلوة و يؤتون الزكوة ويطيعون الله ورسوله أولئك سيرحمهم الله إن الله عزيز حكيم﴾

’’مومن مرد اور مومنہ عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے (دلی محبت رکھنے والے) رفیق ہیں۔ وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوۃ دیتے ہیں، اور اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔‘‘

اور اگلی آیت میں فرمایا:

﴿وعد الله المؤمنين والمؤمنٰت جنٰت تجرى من تحتها الأنهار خالدين فيها ومساكين طيبة فى جنٰت عدنٍ و رضوان من الله أكبر، ذلك هو الفوز العظيم﴾

”ان (اوصاف والے) مومن مردوں اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں ایسی جنت دے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سدا بہار باغوں میں ان کے لئے پاکیزہ قیام گاہیں ہوں گی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی انہیں حاصل ہوگی۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔“

سبحان اللہ! دیگر فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نیکیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے والے لوگوں کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ اس فریضہ کی عظمت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے ایک ہی آیت میں اہل کتاب کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی جو کئی ذمہ داریاں بتائی ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے۔

﴿ویأمرهم بالمعروف وینهٰهم عن المنكر﴾ (۱) سورۃ الأعراف، الآیۃ ۱۵۷۔

وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، اور بدی سے روکتا ہے۔

اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جو معروف نصیحتیں کی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے:

﴿یا بنیّ أقم الصلوة وأمر بالمعروف وانه عن المنكر﴾

”بیٹا! نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے اور بدی سے روک۔“ (لقمان آیت ۱۷)

آیئے! اس تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھتے جائیں۔ جن لوگوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس فریضہ کی انجام دہی میں کوتاہی برتی یا برت رہے ہیں، ان کے بارے میں قرآن کریم کیا کہتا ہے؟ سورۂ مائدہ آیت ۷۸، ۷۹ میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿لعن الذین كفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم﴾

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی، ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کی زبان پر لعنت کی گئی۔

اور ساتھ ہی اس لعنت کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ذلك بما عصوا وكانوا یعتدون كانوا لا یتناهون عن منكر فعلوه لبئس ما كانوا یفعلون﴾

کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے، اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا، برا طرز عمل تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔ (۱)(۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ فریضہ صرف ہم پر ہی عائد نہیں کیا گیا، بلکہ پہلی امتوں پر بھی عائد تھا۔ اور اس فریضہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے جو وعیدیں ان کو سنائی گئی تھیں وہ ہمارے لئے بھی ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم نے پہلی امتوں کی بداعمالیوں کو ہمارے لئے اسی مقصد کی خاطر بیان کیا ہے، تاکہ ہم اس میں مبتلا نہ ہوں۔ ان وعیدوں کی تفصیل آگے احادیث میں آ رہی ہے۔

اور اگلی آیت میں انہیں اللہ تعالی نے فاسق قرار دیا اور ابدی جہنمی کی وعید سنائی اور سورۂ بقرہ آیت ۴۴ میں فرمایا:

﴿أتأمرون الناس بالبر و تنسون أنفسكم وأنتم تتلون الكتاب أفلا تعقلون﴾

کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ اور (حالانکہ) تم کتاب پڑھتے ہو، کیا پس تم نہیں سمجھتے؟

اور ایسے ہی سورۂ صف آیت ۲، ۳ میں فرمان الٰہی ہے:

﴿يا أيها الذين اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ كبر مقتا عندالله أن تقولوا ما لا تفعلون﴾

اے ایمان دارو! (مومنو) جو تم خود نہیں کرتے (لوگوں) کو کیوں کہتے ہو؟ اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے کہ (لوگوں کو) وہ چیز کہو جو خود نہ کرو۔

فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں

اس موضوع کے بارے میں نبی آخر الزماں ﷺ کے ارشادات بھی کتب حدیث میں بکثرت موجود ہیں، جیسا کہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان۔ (۱)

(۱) مسلم ۴۹، ابوداؤد ۱۱۴۰، ۴۳۴۰، ترمذی ۲۱۷۳، نسائی ۸/۱۱۱،

ابن ماجہ ۴۰۱۳، صحیح الجامع (۶۲۵۰)، مسند احمد ۳/۱۰۴، ۲/۲۰۔

تم میں سے جو شخص کوئی برا کام دیکھے تو اسے چاہئے (طاقت ہو تو) اسے قوت بازو سے روکے، جس سے یہ نہ ہو سکے تو وہ اپنی زبان ہی سے روکے۔ اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے دل میں (اس کام کو برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

اس ارشاد گرامی میں "من رأی منکم منکراً" "تم میں سے جو بھی برائی ہوتے دیکھے" "جو بھی" نکرہ کا صیغہ اور تمام افراد امت کے لئے عام حکم ہے، یہ نہیں کہ صرف علماء ہی اس فریضہ کی ادائیگی کے پابند ہیں۔ بلکہ ہم سب پر بھی یہ فرض ہے کہ برائی کو ہر ممکنہ طریقہ سے روکیں۔ اپنے اختیارات کے دائرہ میں قوت بازو سے برائی کا سد باب کریں، عام نہیں تو اپنے بہن بھائی یا کم از کم بیوی بچے تو ہر کسی کی رعایا ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی غیر شرعی اور ناجائز فعل سرزد ہو تو انہیں روکیں۔ اگر سب لوگ صرف اتنا سا کام ہی کر لیں تو پورے معاشرے سے برائیوں کا نام ونشان مٹ سکتا ہے۔ مگر کہاں؟ اکثر لوگ تو خود اپنی اہلیہ کو بے پردہ اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پردے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اپنی اولاد، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے غیر اسلامی افعال پر روک ٹوک کی بجائے نازاں ہوتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں میں فخریہ کہتے ہیں: اجی نئی روشنی ہے، آزاد خیال ہیں۔ ایسے والدین کے ان کلمات سے اولاد کے حوصلے اور بڑھ جاتے ہیں۔ اور بالآخر ایک ایسی اسٹیج آجاتی ہے کہ اب اگر یہ انہیں روکنا بھی چاہیں تو وہ نہیں رکتے۔ تربیت کا زمانہ تخریب میں گذارنے کے بعد اگر کسی کی غیرت وحمیت جاگی بھی، تو کیا حاصل؟

نہی عن المنکر کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ اگر آپ میں قوت بازو سے برائی کو مٹانے کی ہمت نہیں تو کم از کم اپنی زبان سے ہی برائی کرنے والے کو کہہ دیں کہ بھئی یہ کام جائز نہیں ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم یوں ہے، یوں نہیں، اگر حکمت ودانائی کے ساتھ اور اچھے با اخلاق طریقے سے اس فریضہ کو ادا کیا جائے تو سامنے والا ناراض ہونا تو کجا، مشکور وممنون ہوتا ہے۔ برائی بھی ختم ہوئی اور ثواب بھی ملا۔ اور اگر آپ صحیح طریقہ اختیار کرنے کی بجائے کسی کو ناروا کام سے روکنا چاہیں گے کہ جیسے ٹھاک سے لاٹھی ماردی جاتی ہے تو سامنے والا ماننے کے بجائے بگڑے گا۔ اور اس غلطی کی اصلاح تو درکنار اس

پر بضد ہو جائے گا، تو گویا آپ کے غیر صحیح طرز عمل کی بدولت ایک آدمی ضائع ہو گیا۔ یہاں شاید یہ بتانا تو ضروری نہیں کہ اس حدیث میں برائی کے لئے ”منکر“ کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد زنا کاری وشراب نوشی جیسی برائیاں ہی نہیں، بلکہ ہر وہ کام مراد ہے جو خلاف شرع اور خلاف سنت ہو، مثلاً آپ ہوٹل میں یا دوست واحباب کی کسی مجلس میں بیٹھے ہیں، ٹھنڈے مشروبات یا چائے کا دور چل رہا ہے۔ آپ کا کوئی عزیز بائیں ہاتھ میں کپ یا گلاس لئے کچھ پی رہا ہے، تو اسے اچھے طریقے سے دائیں ہاتھ ”سنت طریقہ“ سے پینا یاد دلائیں۔ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

اور اگر کسی میں اتنی بھی جرأتِ ایمانی نہ ہو اور وہ کسی کو زبان سے بھی غلط کام کرتے نہ روک سکے تو پھر کم از کم دل سے ہی اسے برا سمجھے۔ اور یہ ایمان کی کمتر اور ضعیف پوزیشن ہے۔

معلوم ہوا کہ محض اپنے اعمال واخلاق کو سنوار لینا ہی کافی نہیں، بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کے اعمال کی اصلاح کا فریضہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ یہی مضمون تیسویں پارے کی سورۃ العصر میں بیان ہوا ہے کہ آخرت کے خسارے سے صرف وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو خود بھی ایمان وعمل صالح کے پابند ہیں۔ اور دوسروں کو بھی عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی ہدایت ونصیحت کرتے ہیں۔ ف

ف: تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ عصر

اگر اس طرز عمل کو اختیار کر لیا جائے تو معاشرے کی اصلاح بآسانی ہو سکتی ہے۔ اور افراد معاشرہ میں ایمانی محبت اور اسلامی اخوت و بھائی چارے کا ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کرنے کا انجام

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایک ایسا فریضہ ہے جس میں دنیاوی نجات بھی ہے اور اخروی فوز وفلاح بھی۔ اور اس کی ادائیگی میں غفلت وسستی کرنے والوں کو نبی اکرم ﷺ نے عذاب کی وعید بھی سنائی ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

والذی نفسی بیدہٖ لتأمرن بالمعروف ولتنھونّ عن المنکر أو لیوشکنّ اللہ أن یبعث علیکم عذاباً ثم لتدعونہ فلا یستجیب لکم۔(۱)

(۱) ترمذی۲۱۷۰، وقال حدیث حسن ، و فی سنده عبدالله بن عبدالرحمن الأنصاری الراوی عن حذیفة لم یوثقه غیر ابن حبان، لکن له شاهد من حدیث ابن عمر والآخر عن ابی هریرة (رضی الله عنهم) عندالطبرانی فی الأوسط: أنظر مجمع الزوائد ۷/۲٦٦، قاله الأرناؤوط فی تعلیقهٖ علی ریاض الصالحین ص۱۰٤ طبع دارالمامون ،دمشق ، مسند احمد ٥/۳۸۸ صحیح الترمذی (۱۷٦۲) صحیح الجامع (۷۰۷۰) شرح السنة للبغوی ۱٤/۳٤٥ حدیث (٤۱٥٤)۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، ورنہ عنقریب اللہ تعالی تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ پھر اگر تم اللہ تعالی سے دعا بھی کرو گے تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔

کسی کو غلط کام کرنے سے روکنا دونوں ہی کیلئے نہ صرف اخروی نجات وثواب کا باعث ہے بلکہ اس کے نتائج دنیا میں ہی دیکھے جاسکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس پہلو کو سمجھانے کے لئے نہایت ہی خوب انداز اختیار فرمایا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مثل القائم فی حدود الله والواقع فیها کمثل قومٍ استهموا علی سفینة فصار بعضهم أعلاها و بعضهم أسفلها فکان الذین فی أسفلها ....

وإذا استقوا من الماء مرّوا علیٰ من فوقهم فقالوا لو أنا خرقنا فی نصیبنا خرقا ولم نؤذ من فوقنا، فإن ترکوهم وما أرادوا هلکوا جمیعاً۔ وإن أخذوا علی أیدیهم نجوا، و نجوا جمیعاً۔(۱)

(۱) بخاری ۵/۹۴ ، ۲۱۶ ،۲۱۷۔ صحیح الترمذی(۱۷٦۵)،مسند احمد ۴/۲٦۸، ۲۷۰، ۲۷۳ بحوالہ الصحیحۃ حدیث (٦۹) وبیہقی ۱۰/۲۸۸۔

اللہ کی حدود پر قائم اور اس میں سستی کرنے والے لوگوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے ایک کشتی (بحری جہاز) کے حصے تقسیم کئے۔ کچھ لوگ اوپر کے حصے میں رہے، اور کچھ نیچے کے حصے میں، جو لوگ کشتی کے نچلے حصے میں رہے وہ اوپر چڑھ کر پانی لانے لگے۔ اس طرح اوپر والوں پر ان کا گزر ہوتا۔ نیچے والوں نے سوچا کہ ہم اپنے نچلے حصے میں سوراخ کرکے پانی لے لیتے ہیں، تاکہ اوپر والوں کو تکلیف نہ ہو، اب اگر اوپر والے لوگوں نے نیچے والے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا، تو (

کشتی میں پانی بھرنے کی وجہ سے) سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اگر انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا تو سب (غرق ہونے سے) بچ جائیں گے۔

بخاری شریف کی اس حدیث کے الفاظ اور نبی کریم ﷺ کی بیان فرمودہ اس مثال پر غور کریں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو جہاں لگا ہوا ہے، ٹھیک ہے۔ یہ انتہائی غلط سوچ اور بھونڈا نظریہ ہے، جو جہاں لگا ہوا ہے اسے اس کے حال پر ہی چھوڑ دیا جائے تو نبی اکرم ﷺ کی دی ہوئی مثال کے مطابق جو لگا ہوا ہے، وہ بھی غرق ہو جائے گا اور ساتھ ہی خاموش تماشائی بنے لوگوں کو بھی لے ڈوبے گا۔ اور اگر آپ نے اسے بتایا کہ بھئی آپ جہاں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وہاں لگنے اور لگے رہنے سے منع فرمایا ہے۔ تو وہ بھی بچ جائے گا اور آپ بھی بخیریت رہیں گے۔

اور ایسا ہی ایک واقعہ قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ جو قصۂ اصحاب سبت کے نام سے معروف ہے۔ اور سورۂ اعراف کے رکوع ۲۱ کی تفسیر میں مذکور ہے، کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تو اللہ کی نافرمانی کرنے پر عذاب الٰہی کے شکار ہوئے۔ اور وہ لوگ بھی عذاب سے نہ بچ سکے جو خود تو نافرمانی نہیں کرتے تھے، مگر نافرمانی کرنے والوں کو روکتے بھی نہیں تھے۔ (۱) (۱) تفسیری کتابوں میں دونوں رائیں موجود ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ صرف نافرمانوں کو عذاب ہوا۔ اور دو گروہ بچ گئے۔ اور بعض کا قول ہے کہ صرف روکنے والے بچے اور دوسرے دونوں دیگر گروہ مبتلائے عذاب ہو گئے۔ ملاحظہ فرمائیں کتب تفسیر۔

ایسے ہی ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان میں ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

إن القوم إذا رأوا المنكر فلم يغيروه عمهم الله بعقاب۔(۲)

(۲) ابوداؤد ۴۳۳۸، ترمذی ۳۰۵۹، مسند احمد ۲، ابن ماجہ ۴۰۰۵، إسنادہ صحیح وصححہ ابن حبان ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، تعلیق الأرناؤوط علی ریاض الصالحین ص ۱۰۶۔ وصححہ الألبانی روایۃ لأبی داؤد، أنظر مشکوۃ المصابیح ۳/۱۴۲۲، حدیث ۵۱۴۲، مسند احمد ۱/۲/۷

جب کوئی قوم برائی کو دیکھے اور اسے نہ بدلے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عمومی عذاب مسلط فرما دیتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے متعلق یہ حدیث بیان فرمائی جو سورۂ مائدہ

کی آیت ۱۰۸(یا أیها الذین اٰمنوا علیکم أنفسکم لایضرکم من ضل إذا اهتدیتم)کو محدود معنی میں سمجھیں۔ اور اسے ’’تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو‘‘ کے مفہوم پر محمول کریں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ سے غفلت برتیں۔ اور ’’جو جہاں لگا ہوا ہے‘‘ کو صحیح قرار دیں۔

کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو جہاں لگا ہوا ہے، ٹھیک ہے۔ لگا رہنے (۳) دو، اللہ تعالیٰ فہم سلیم سے نوازے۔ آمین۔

---

(۳) امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے متعلقہ آیات واحادیث کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔ ریاض الصالحین ص ۱۰۰ تا ۱۰۷ حدیث ۱۸۴ تا ۱۹۸ بتحقیق الأرناؤوط۔ مشکوۃ شریف ج ۳ ص ۱۴۲۱ تا ۱۴۲۶ حدیث ۵۱۳۷ تا ۵۱۵۴ بتحقیق الألبانی۔